باسمہ سبحانہ

وضو، اذان اور نماز

میر مراد علی خان

وضو ۔یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (سورۃ مائدہ آیت ۶) اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو جاؤ تو پہلے اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک کو دھو لیا کرو اور سر اور ٹخنوں تک پیروں کا مسح کرو۔ علامہ سیوطی نے درمنثور ج ۲ ص ۲۶۲ میں شعبی سے نقل کیا ہے کہ جبرئیل تو پاؤں کے مسح کا حکم لے کر آئے تھے، کیا تم آیت تیمم پر نظر نہیں کرتے کہ وضو میں جن اعضا کو دھونے کا حکم تھا ان پر مسح واجب ہے اور جن اعضا پر مسح کرنے کا حکم تھا انھیں تیمم میں چھوڑ دیا گیا۔ اور شعبی کہا کرتے تھے قرآن تو مسح کا حکم لایا تھا مگر لوگوں نے پاؤں دھونے کا دستور نکالا۔ عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان خلیفہ سوم نے ایک مرتبہ وضو کے لئے پانی طلب کیا اور اس سے کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، اور اپنے منہ کو تین بار دھویا، اور دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا اور اپنے سر اور پاؤں کے اوپر کے حصے کا مسح کیا پھر بے ساختہ ہنس پڑے اور کہا کیا تم لوگ مجھ سے میرے ہنسنے کی وجہ دریافت نہیں کرو گے؟ لوگوں نے کہا یا امیرالمومنین! آپ کیوں ہنسے؟ تو عثمان بن عفان نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو ایسا ہی وضو کرتے دیکھا تھا۔ مسند امام احمد جلد اول ص ۵۸، اور ص ۳۲؛ مجمع الزوائد ہیثمی ج ۱ ص ۲۲۴؛ المصنف ابن شیبہ ج ۱ ص ۱۸؛ کنز العمال حدیث ۲۶۸۶۴ ج ۹ ص ۴۴۷، اور ص ۴۴۳؛ سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۰۳؛ معجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۸۱۔ اس کے علاوہ کئی مفسرین اور محدثین نے مختلف طریقوں سے پیر پر مسح کرنا بتلایا ہے مثلاً ابن ابی شیبۃ الکوفی اپنی کتاب المصنف جلد اول ص ۳۰ باب فی المسح علی القدمین کے تحت آٹھ حوالوں سے پیر پر مسح کرنا لکھا ہے۔ **فجعلنا نمسح علیٰ ارجلنا** ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ بخاری کتاب الوضوج ۱ ص ۲۰۲؛ مسلم کتاب الطہارۃ باب وضو سنن کبریٰ ج ۱ ص ۶۸ **فضرب بھا رجلہ وفیھا النعل ففتلھا**؛ آنحضرتؐ کے پیر میں جوتی تھی آپؐ نے پاؤں دھونے کے بدلے پانی کا ایک چلو لیکر پاؤں پر پھیر لیا۔ اس حدیث سے ان کے لوگوں نے دلیل لی جو مسح پیروں پر کرنے کے قائل ہیں۔ امام ابن جریر طبری اور شیخ محی الدین عربی پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں۔ سنن ابی داؤد کتاب طہارۃ باب وضو صفۃ نبیؐ جلد اول ص ۴۳؛ السنن الکبریٰ بیہقی جلد اول ص ۷۲۔

تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد اول تفسیر سورۃ مائدہ ص ۲۳ میں اس طرح لکھا ہے کہ:

آیت کے اس جملے کی ایک قرأت اور بھی ہے **وَ اَرْجُلِکُمْ** لام کے نیچے زیر سے ہے۔ اس قول کی دلیل ہی ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ اس کا عطف سر کے مسح کرنے پر ہے۔ بعض سلف سے بھی کچھ ایسے اقوال مروی ہیں جن سے مسح کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ موسیٰ بن انس نے انس بن مالک سے لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ حجاج نے اہواز میں خطبہ دیتے ہوئے طہارت اور وضو کے احکام میں کہا کہ منہ ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھویا کرو اس لئے کہ پیروں پر ہی گندگی لگتی ہے پس تلوں اور پیروں کو پشت کو ایڑیوں کو خوب اچھی طرح دھویا کرو۔ انس بن مالک نے کہا اللہ تعالیٰ سچا ہے اور حجاج جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا **وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ**۔ اور انس صحابی پیروں کا مسح کرتے تھے۔ اور انس سے ہی مروی ہے کہ قرآن میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے وضو میں دو چیزوں کا دھونا اور دو پر مسح کرنا ہے۔ قتادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن ابی حاتم میں عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آیت میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے۔ ابن عمر، علقمہ، ابو جعفر محمد بن علی اور ایک روایت میں حسن بصری اور جابر بن زید اور ایک روایت میں مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ عکرمہ اپنے پیروں پر مسح کر لیا کرتے تھے شعبی فرماتے ہیں کہ جبرئیل کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ کیا تم دیکھتے نہیں جن چیزوں کو دھونے کا حکم تھا ان پر تیمم کے وقت مسح کا حکم باقی رہا اور جن چیزوں کے مسح کا حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامر سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں جبرئیل پیروں کو دھونے کا حکم لائے ہیں تو آپ نے جواب دیا جبرئیل مسح کے حکم کے ساتھ نازل

ہوئے آگے چل کر ابن کثیر بیہقی کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب ظہر کی نماز کے بعد بیٹھک میں بیٹھے رہے اور عصر تک لوگوں کے کام کاج میں مشغول رہے پھر پانی منگوایا اور ایک چلو سے منہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور سر کا اور دونوں پیروں کا مسح کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا اور پھر فرمانے لگے کہ میں نے جو کیا یہی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور یہ فرمایا یہ وضو ہے اس کے لئے جس کو وضو کی ضرورت ہو۔ تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد اول تفسیر سورۃ مائدہ ص ۷۳۔

پیر دھونے کے سلسلے میں ایک تاویل یہ پیش کی جاتی ہے کہ پیروں پر گرد اور گندگی رہتی ہے اس لئے دھونا چاہئے اگر یہ صحیح ہے تو ارکان وضو میں ان مقامات کو بھی دھونا چاہئے تھا جنھیں پیروں سے زیادہ گندہ رہنے کا احتمال ہوتا ہے۔ ترتیب وضو ایسی ہونا چاہئے تھا کہ پہلے بیت الخلاء جاؤ پھر اپنے بول براز کے مقامات کو اچھی طرح دھوؤ پھر باہر آؤ اور چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو پھر پیر دھوؤ۔ مگر ایسا نہیں ہے اس لئے کہ عقل سلیم کہتی ہے کہ جب نماز کے لئے آنا ہو تو اعضاء وضو کے ساتھ ساتھ جسم پاک وصاف رہے۔

حی علیٰ خیر العمل ۔ یہ اذان میں داخل تھا عبداللہ ابن عمر کا قول جس کو امام مالک نے کہا انه بلغه ان المؤذن جاء عمر ابن الخطاب يوذنه الصلوة الصبح فوجده نائما فقال الصلوة خير من النوم يا امير المؤمنين فامره عمر ان يجعلها في نداء الصبح۔ ترجمہ: امام مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس موذن نماز صبح کی خبر کرنے آیا تو حضرت عمر کو سوتا پایا موذن نے کہا الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر عمل ہے سونے سے۔ حضرت عمر نے موذن کو حکم دیا کہ اس کلمے کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔ اس حدیث کو دار قطنی نے عبداللہ ابن عمر سے مسنداً روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے موذن سے کہا جب تم پہنچو **حی علی الفلاح** تو فجر کی اذان میں تو کہو بعد اس کے **الصلوۃ خیر من النوم**۔ موطا امام مالک کتاب الصلوۃ ص ۶۱ طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ ترجمہ علامہ وحید الزمان۔ اسی کو کئی معتبر محدثین نے نقل کیا ہے مثلاً نیل الاوطار الشوکانی ج ۲ صفحہ ۱۸؛ السنن الکبریٰ البیہقی ج ۱ صفحہ ۴۲۴؛ المصنف ابن ابی شیبۃ الکوفی جلد اول ص ۲۴۴؛ تاریخ بغداد الخطیب البغدادی ج ۹ ص ۹۰؛ کنز العمال ج ۸ صفحہ ۳۴۲۔

اور جو احادیث آنحضرت ؐ سے منسوب کی گئی ہیں وہ غور طلب ہیں۔ سنن ابوداؤد جلد اول ص ۲۲۳ (اردو، طبع نعمانی کتب لاہور) عربی جلد اول ص ۱۲۱۔

۱۔ حدثنا مسدد ثنا الحارث بن عبيد، عن محمد بن عبدالملك بن أبي محذورة، عن أبيه، عن جده، قال. قلت يا رسول الله :علمني سنة الاذان، قال: مسح مقدم رأسي وقال:" تقول الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر: رفع بها صوتك، ثم تقول: اشهد أن لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله تخفض بها صوتك، ثم ترفع صوتك بالشهادة اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، فان كان صلاة الصبح قلت: الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم، الله اكبر، الله اكبر، لا اله الا الله، ترجمہ: میں نے کہا یا رسول اللہ مجھ اذان کی تعلیم دیجئے آپؐ نے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اللہ اکبر چار مرتبہ اور اشہدان لا الہ الا اللہ دو بار اور اشہدان محمد رسول اللہ دو بار اور پھر فرمایا حی علی الصلوۃ دو بار اور حی علی الفلاح دو بار اگر صبح کی اذان ہو تو اس کے بعد دو بار کہے الصلوۃ خیر من النوم

علامہ ذہبی ایک جلیل القدر عالم گذرے ہیں اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں یحییٰ بن سعید قطان کے حالات میں لکھتے ہیں: حدیث کو نہ دیکھو، اگر اسناد صحیح ہوں تو قبول کرو اور اگر اسناد میں کمزوری ہو تو صرف حدیث سے فریب نہیں کھانا چاہئے۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۹ ص ۱۷۷ اور تہذیب التہذیب ابن حجر جلد ۱۱ ص ۱۹۰ میں بھی یہی تاکید کی گئی ہے۔

اسکے پہلے راوی ہیں مسدد جنکا ذکر آئندہ آئے گا۔

دوسرے راوی ہیں حارث ابن عبید اور کنیت ہے ابو قدامة الایادی میزان الاعتدال جلد اول ص ۴۳۸ سلسلہ ۱۶۳۲ ذہبی، اور تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۳۰ میں ابن حجر دونوں نے لکھا ہے کہ یہ مضطرب الحدیث تھے نسائی نے ان کی احادیث کو قوی نہیں ہے بتلایا، ابن معین نے ان کی احادیث ضعیف اور ابو حاتم نے ضعیف اور نا قابل قبول بتلایا۔

تیسرے راوی ہیں محمد بن عبد الملک بن أبی محذورة۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۴۳ سلسلہ ۷۸۸۸ ذہبی، اور تہذیب التہذیب میں ابن حجر جلد ۹ ص ۲۸۲ میں لکھتے ہیں کہ مجہول الحال ہیں، لیس بحجة یعنی ان کی روایتیں دلیل کے قابل نہیں ہے۔

دوسری حدیث اسی ابوداؤد میں کم و بیش انہیں الفاظ میں ہے کہ:

حدثنا الحسن بن علي، ثنا أبو عاصم، و عبد الرزاق، عن ابن جريج، قال: أخبرني عثمان بن السائب، أخبرني أبي و ام عبد الملك بن ابي محذورة عن أبي محذورة عن النبي ﷺ نحو هذا الخبر، و فيه بالصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم

اسکے راوی ہیں:

الضحاک بن مخلد ابو عاصم: میزان الاعتدال جلد دوم ص ۳۲۵ سلسلہ ۳۹۴۱ ذہبی اور تہذیب التہذیب میں ابن حجر جلد ۴ ص ۲۹۵ میں لکھتے ہیں کہ تناکیر العقیلی، اور یحیٰ بن سعید نے کہا کہ یتکلم فیک۔ یعنی عقیلی نے روایتیں جو ان سے ہیں انکار کیا اور یحیٰ بن سعید ان کے بارے میں کچھ کہنا نہیں ہے۔

اسکے بعد ہیں عبد الرزاق بن عمر الثقفی ہیں میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۰۸۴۳۸ سلسلہ ۵۰۴۱ ذہبی لکھتے ہیں کہ مسلم نے انہیں ضعیف قرار دیا، امام نسائی نے کہا کہ یہ ثقہ یعنی سچے نہیں ہے اور امام بخاری نے ان کی روایتوں سے انکار کیا۔

اسکے بعد ہیں ابن جریج ہیں:

مکمل نام عبد الملک بن عبد العزیز موسوم بہ ابن جریج متوفی ۱۵۰ھ۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۶۹ میں لکھتے ہیں کہ یہ اصرانی تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے انہوں نے نوّے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا تھا (ایک بات کا علم تو ہوا کہ ۱۵۰ھ میں بھی متعہ کیا جاتا تھا) میزان الاعتدال جلد دوم ص ۶۵۹ سلسلہ ۵۲۲۷ ذہبی لکھتے ہیں یہ تدلیس یعنی حدیثیں گھڑتے تھے عبداللہ بن احمد ابن حنبل نے کہا کہ ان سے مروی جو احادیث ہیں وہ گھڑی ہوئی ہیں اور یہ جب بھی کوئی حدیث روایت کرتے تھے تو کسی کا بھی نام لے کر کہہ دیتے تھے کہ فلاں نے فلاں نے مجھ سے کہا۔ اور تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۰۶ میں ابن حجر لکھتے ہیں يتجنب ابن جريج فانه قبيح التدليس۔ یعنی ابن جریج سے اجتناب کرو اس لئے کہ یہ قبیح تر حدیثیں گھڑتا ہے۔ اور ایک خاص بات یہ کہ یہ ہر روز حقنہ لیتا تھا۔

۲. سنن الترمذی جلد اول ص ۱۲۷ (عربی) باب ماجآء فی التثويب فی الفجر اور جامع ترمذی (اردو ترجمہ بدیع الزمان) جلد اول ص ۱۱۳ باب تثویب میں اس حدیث الصلوۃ خیر من النوم کے سلسلہ میں: حدثنا احمد بن منيع حدثنا أبو أحمد الزبيري حدثنا ابو إسرائيل عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن بلال: قال لي رسول الله ﷺ: (لا تثوبن في شئ من الصلوات الا في صلاة الفجر) قال: و في الباب عن ابي محذورة. قال أبو عيسى: حديث بلال لا نعرفه إلا من حديث أبي إسرائيل الملائي، وابو إسرائيل لم يسمع هذا الحديث من الحكم بن عتيبة، وابو إسرائيل اسمه (إسماعيل بن ابي اسحاق) و ليس هو بذلك القوي عند الحديث: وقال اسحاق التثويب مكروه هو شئ احدثه بعد النبي

ﷺ.فثوب المؤذن فخرج عبد الله ابن عمر من المسجد و قال :اخرج بنا من عند هذا المبتدع !ولم يصل فيه قال إنما كره عبد الله ابن عمر التثويب الذی احدثه الناس بعد بروایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے بلالؓ سے فرمایا کہ تثویب یعنی الصلواۃ خیر من النوم صبح کے علاوہ کسی نماز کی اذان کے لئے نہ کہو۔ اسکے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں کہ ابو عیسیٰ نے بلال سے ایسی کوئی حدیث نہیں سنی اور ابو اسرائیل کا نام اسماعیل بن ابی اسحاق ہے یہ حدیث بیانی میں قوی نہیں ہے۔ اسحاق نے کہا کہ تثویب یعنی الصلواۃ خیر من النوم کہنا یہ عمل مکروہ ہے اور اسکو جاری کیا گیا بعد حیات نبیؐ اکرم۔چنانچہ ایک مسجد سے عبداللہ ابن عمر بغیر نماز ادا کئے اس لئے نکل گئے کہ موذن نے الصلواۃ خیر من النوم کہا۔عبداللہ ابن عمر کہا کہ یہ بدعت ہے جو بعد رسالت آپ ﷺ جاری کی گئی۔(اردو ترجمہ میں کئی الفاظ الٹ پلٹ کئے گئے ہیں اس لئے عربی متن لکھا گیا ہے)

أبو إسرائيل اصلی نام اسماعیل بن ابی اسحاق ہے میزان الاعتدال میں ذہبی نے جلد ۹ ص ۴۹۰ سلسلہ ۹۹۵۷ میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک نے ان کے احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان سے حدیثیں لینے سے منع کیا اور مزید کہ لیس هو من اهل الكذاب یعنی یہ جھوٹے لوگوں سے تھا۔ابن حجر تہذیب التہذیب جلد اول ص ۲۵۶۔

ارسال الیدین یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا۔امام ابن قاسم نے امام مالک سے نماز میں ہاتھ چھوڑ دینا لکھا ہے تیسیر البخاری شرح صحیح البخاری ترجمہ علامہ وحید الزمان طبع اعتقاد پبلشنگ ہاوس دہلی جلد اول باب ۷۰۷ ص ۴۸۹ باب وضع ید الیمنی علی الیسری۔

ابن ابی شیبہ نے حسن بصری اور ابراہیم اور ابن مسیب سے ارسال یدین یعنی ہاتھ چھوڑنا نقل ہے۔نیل الاوطار جلد دوم ص ۱۹۴ دار الجلیل بیروت؛الشرح الکبیر عبداللہ ابن قدامہ متوفی ۶۸۲ جلد اول ص ۵۱۴؛المغنی ج اول ص ۵۱۴ دار الکتاب بیروت۔

ہاتھ باندھنے کے سلسلہ میں صحیح بخاری اور مسلم میں دو روایتیں ہیں جس کا تجزیہ ضروری ہے :

مثلاً صحیح بخاری کتاب الاذان باب وضع يده اليمنى على اليسرى جس کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں ہاتھ باندھنے کی جو روایت ہے یہ ہے کہ حدثنی عبدالله بن مسلمة ، عن مالك ، عن أبي حازم، عن سهل ابن سعد قال . كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل يده اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلاة. قال ابو حازم. لاأعلمه الا ينمى ذلك الى النبي صلى الله عليه و سلم. وقال اسماعيل ينمى ذلك ولم يقل ينمى۔ترجمہ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے امام مالک سے انہوں نے ابو حازم بن دینار سے انہوں نے سہل بن سعد سے انہوں نے کہا لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر آدمی اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ابو حازم نے کہا میں نہیں جانتا کہ سہل اس حدیث کو آنحضرتؐ تک پہنچاتے تھے۔اسمٰعیل بن ابی اویس نے کہا یہ بات پہنچائی جاتی تھی مگر یہ نہیں کہا کہ کس طرح پہنچائی جاتی تھی۔یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا باندھنے والی حدیث کا حکم دیا جاتا تھا مگر یہ کہیں نہیں مذکور ہے کہ کس نے دیا اور کب دیا اور یہ حکم آنحضرتؐ سے منسوب تھا یا نہیں یہ بھی کسی کو نہیں معلوم۔اس حدیث کی راوی سھل بن سعد بن خالد الساعدی ہیں تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۲۲۱۔اور ابن حجر اپنی کتاب طبقات المدلسین ص ۲۰ ذکر حمید بن حازم کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ ان سے جو حدیث بیان صفۃ صلاۃ النبی میں ہیں وہ تدلیس کی گئی ہے یعنی خلط ملط کی گیا ہے یعنی Fraud۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی امام مالک ہیں اور اگر امام مالک کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے تو پھر فقہ مالکی میں ارسال یدین یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کیوں ہے؟۔

صحیح مسلم میں کتاب الصلواۃ باب وضع يده اليمنى على اليسرى .عن وائل بن حجر انه راى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلواة كبر وصف همام حيال أذنيه ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى فلما اراد ان يركع اخرج يديه من الثوب ثم رفعهما ثم كبر فركع فلما قال سمع الله لمن حمده رفع يديه فلما سجد سجد بين كفيه ترجمہ وائل بن حجر کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ

ﷺ کو بدیں طور دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا۔ اس حدیث کے راوی ہمام بن نافع کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے پھر چادر اوڑھ لی اس کے بعد سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر رکھا۔ پھر آپؐ نے چادر میں سے ہاتھ باہر نکال کے دونوں کانوں تک اٹھا کر تکبیر پڑھی اس کے بعد رکوع میں گئے۔ اور بحالت قیام سمع الله لمن حمده پڑھ کر رفع یدین کیا اور پھر آپ نے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ پہلی تنقید اس حدیث کے سلسلے میں ہے کہ وائل بن حجر فتح مکہ کے بعد معاویہ کے ساتھ اسلام لائے اور ہمیشہ ان کا اور معاویہ کا ساتھ رہا۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۹۶۔ دوسری یہ کہ وائل بن حجر نے خود سے نہیں دیکھا بلکہ یہ واقعہ ان سے ہمام بن نافع نے بیان کیا جن کے بارے میں میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۳۰۸ میں مذکور ہے کہ قال العقیلی احادیثه غیر محفوظة۔ تیسری قابل غور بات یہ کہ راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ نے تکبیر کہنے کے بعد چادر اوڑھ لی۔ ناظرین فیصلہ کریں کہ یہ کیسے معلوم ہوا چادر میں ہاتھ کہاں تھے؟۔

جامع ترمذی میں حدیث یوں ہے: حدثنا قتيبة أخبرنا أبو الأحوص عن سماك بن حرب عن قبيصة ابن هلب عن ابيه قال: كان رسول الله ﷺ يؤمنا فياخذ شماله بيمينه ترمذی جلد اول ص ۱۵۹ (عربی) یعنی حضرت رسولؐ خدا بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔ اردو ترجمہ میں راویوں کا نام نہیں ہے۔

اس حدیث کے پہلے راوی ابوالاحوص ہیں میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۳۸۷ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے ان کے لئے کہا کہ لیس بشئی یہ کوئی چیز ہی نہیں یعنی کوئی ان کی اہمیت ہی نہیں۔

دوسرے راوی ہیں سماک بن حرب ہیں جنہیں سفیان ثوری اور جریر نے غیر معتبر کہا جریر ان سے حدیث نہیں لیتے تھے اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں یہ مضطرب الحدیث تھے امام نسائی انہیں غیر معتبر جانتے تھے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۳۲: تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۰۱۔

اسکے بعد راوی ہیں قبیصہ بن ھلب: ان کے لئے لکھا ہے کہ یہ مجہول تھے، لم یر وعنه غیر سماک میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۸۴۔

ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں سنن ابی داؤد میں ۲ روایتیں ہیں سنن ابوداؤد عربی جلد اول ص ۱۷۵ اردو میں صرف دو حدیثوں کا ذکر ہے ؛

۱۔ پہلی حدیث حدثنا نصر بن علي، أخبرنا أبو احمد، عن العلاء بن صالح، عند زرعة ابن عبد الرحمان، قال سمعت ابن زبیر یقول: صف القدمین ووضع الید علی الید من السنة۔ نصر بن علی نے ابو احمد سے اس نے علاء بن صالح سے اس نے زرعہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ ہم نے عبداللہ ابن زبیر کو کہتے سنا کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے

اس کا پہلا راوی نصر بن علی اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ متہم ہے اس پر تہمت کا الزام ہے۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۵۲۔

دوسرا راوی ہے ابو احمد الکلاعی اس کے اوصاف یہ بیان کئے گئے ہیں کہ وہ مجہول یعنی غیر معروف تھا اور شہرت کے لئے موصوف کا کام ہی یہی تھا لوگوں کو ناپسندیدہ حدیثیں بیان کریں۔ میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۲۸۴ سلسلہ نمبر ۱۰۹۲۔

تیسرا راوی العلاء بن صالح ان کے لئے بھی یہ لکھا گیا ہے کہ یہ شہرت کے لئے ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۰۱ سلسلہ نمبر ۵۷۳۳۔

چوتھا راوی زرعة بن عبدالرحمن ہے جس کے بارے میں لکھا ہے کہا کہ اس کی دروغ گوئی کی وجہ سے لوگ اس کی حدیثیں نہیں لیتے تھے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۰ سلسلہ نمبر ۲۸۶۲۔ یہ حدیث اس لئے بھی باطل ہے کہ یہ ثابت ہے کہ عبداللہ ابن زبیر ہاتھ کھلا رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۲۔ دوسری روایت یوں ہے حدثنا محمد بن بكار بن الريان، عن هشيم بن بشير، عن الحجاج بن أبي زينب، عن أبي عثمان النهدي، عن ابن مسعود أنه كان يصلي فوضع يده اليسرى على اليمنى فرآه النبي ﷺ فوضع يده اليمنى على اليسرى محمد بن بکار نے ہشیم بن

بشیر سے اُس نے حجاج بن ابی زینب سے اُس نے ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ ابن مسعود بایاں ہاتھ داہنے پر رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرتؐ نے ان کا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا۔

اس کا پہلا راوی ہے **محمد بن بکار** : علامہ ذہبی لکھتے ہیں یہ مجہول تھا بالاجماع ضعیف حدیثیں روایت کرتا تھا اسلئے لوگوں نے اس کو ترک کر دیا۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۴۹۲ سلسلہ نمبر ۷۲۷۶۔

دوسرا راوی ہے **هشیم بن بشیر السلمی** :ان کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ یہ حدیثوں میں تدلیس کرتے تھے، سفیان ثوری نے ان سے حدیثیں لینے منع کیا ہے۔ یہ لوگوں کی طرف غلط نسبت دے کر حدیثیں بیان کرتے تھے۔ میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۳۰۶ سلسلہ نمبر ۹۲۵۰۔

تیسرا راوی **حجاج ابن ابی زینب** انہیں امام احمد بن حنبل، ابن عدی، امام نسائی، دار قطنی اور ابن معین ہر ایک نے غیر معتبر قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۴۶۲ سلسلہ نمبر ۱۷۵۲۔

چوتھا راوی ہے **ابو عثمان النهدي** ہے جن کا اصل نام **عبدالرحمن بن مل** ہے۔ انس صحابی نے ان کے بارے میں کہا کہ میں ان سے واقف نہیں ہوں اور ابن المدینی نے کہا کہ ان سے سلیمان التمی کے علاوہ کوئی حدیث نہیں لیا۔ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۵۰۔ ابن حجر تہذیب التہذیب لکھتے ہیں کہ ابن جریج نے انہیں مجہول بتلایا ہے تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۴۶۔

۳۔ تیسری روایت ہے حدثنا محمد بن محبوب، ثنا حفص بن غياث، عن عبدالرحمن بن اسحاق، عن زياد بن زيد، عن أبي جحيفة، أن علياً رضي الله عنه قال . السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة. کہا ابی حیفہ نے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

اس روایت کا پہلا راوی ہے **محمد بن محبوب البناني** ہے جس کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں یہ قدری مذہب پر تھا اور اس کو محدثین نے ضعیف القول قرار دیا ہے میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۴۶۲ سلسلہ نمبر ۸۱۱۹۔

دوسرا راوی **حفص بن غياث** ہیں ان کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ کثیر الغلط یعنی کثرت سے غلطیاں کرتے تھے۔ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۶۸۔

تیسرا راوی ہے **عبدالرحمن بن ابی اسحاق** ہیں۔ انہیں ہر ایک نے غیر معتبر کہا ہے، امام احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں تھے ان کی حدیثیں بیہودہ ہوتی تھیں، ان کے غیر معتبر ہونے پر سب نے اتفاق کیا ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۵۸۲۔

چوتھا راوی ہے زیاد بن زید الاعسم، ان کے لئے ہے کہ یہ مجہول تھے اور ضعیف روایتوں کے راوی ہیں۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۸۹ سلسلہ نمبر ۲۹۳۹۔ ابن حجر تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ابو حاتم نے اس روایت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ کہ راوی مجہول ہے۔ تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۳۱۸، تقریب التہذیب ج اول ص ۲۲۰۔

۴۔ چوتھی روایت حدثنا مسدد، ثنا عبدالواحد بن زياد، عن عبدالرحمن بن ابی اسحاق الكوفي، عن سيار ابی حكم عن أبي وائل قال أبو هريرة . أخذ الاكف على الاكف في الصلاة تحت السرة قال ابو داؤد : سمعت أحمد بن حنبل يضعف عبدالرحمن ابن اسحاق الكوفي؛ مسدد نے عبدالواحد ابن زیاد سے اس نے عبدالرحمٰن ابن اسحاق سے اُس نے سیار ابی الحکم سے اس ابی وائل سے کہ ابوہریرہ نے کہا حضرت علی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ باندھتے تھے۔

اسکے راوی ہیں **مسدد** ہے جن کا مکمل نام **علی بن الجعد** ہے ذہبی ان کے لئے اختصار سے لکھا کہ حدیثوں کے بارے میں یہ غیر محتاط تھے۔ میزان

الاعتدال جلد ۳ ص ۱۶۴۔

دوسرا راوی ہے **عبدالواحد بن زیاد** یہ حدیثوں میں تدلیس کرتے تھے یعنی اپنی جانب اضافہ کیا کرتے تھے۔ یحیٰی کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں یعنی بے وقعت۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۶۷۱۔

تیسرے راوی ہیں **عبدالرحمن بن اسحاق** جن کا ذکر اس کے قبل والی ایک حدیث کے راویوں میں آچکا ہے۔ انہیں ہر ایک نے غیر معتبر کہا ہے امام احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں تھے ان کی حدیثیں بیہودہ ہوتی تھیں ان کے غیر معتبر ہونے پر سب نے اتفاق کیا ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۵۸۲۔

۵۔ پانچویں روایت اس سلسلے میں سنن ابوداؤد میں ہے کہ **حدثنا أبو توبة ثنا الهيثم يعني ابن حميد، عن ثور، عن سليمان بن موسىٰ، عن طاؤس قال كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشد بهما على صدره، و هو في الصلاة**. ابوتوبہ نے ہیثم (ابن حمید) سے اُس نے (محمد) ابن حمید نے اُس نے ثور سے انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے انہوں نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ نماز میں آنحضرت ﷺ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھتے تھے۔

اس روایت کے پہلے راوی ہیں **ابوتوبة** ہیں جن کا پورا نام **احمد بن سالم اعسقلانی** ہے یہ مشہور ہیں حدیثیں گھڑنے میں۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۰۰۔

دوسرے راوی ہیں **هيثم** مکمل نام **الهيثم بن حميد الدمشقي** ان کے لئے خود ابوداؤد نے انہیں قدری مذہب کا کہا ہے۔ اور ابومسہر غسانی نے انہیں قدری اور غیر معتبر کہا ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۳۱۹ سلسلہ نمبر ۹۲۹۸ تقریب التہذیب میں ابن حجر لکھتے ہیں یہ غیر معتبر تھا اور نہایت درجہ جھوٹے تھے اور حدیثوں میں تصرف کیا کرتے تھے اور حدیثیں چرایا کرتے تھے ان سے بڑھ کر جھوٹا کسی کو نہیں پایا تقریب التہذیب ج ۲ ص ۶۹۔

تیسرے راوی ہیں **ثور بن يزيد** یہ بھی قدری مذہب سے تھے اور ان کو مجہول لکھا ہے میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۷۲۔

چوتھے راوی ہیں **سليمان بن موسىٰ الاسدي**۔ ان کے بارے میں ہے کہ ان کے بیان کردہ احادیث میں اضطراب ہے اور نسائی نے انہیں ضعیف الاحادیث بتلایا ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۲۵۔

۶۔ **حدثنا محمد بن قدامة يعني ابن أعين، عن أبي بدر، عن ابي طالوت عبدالسلام، عن ابن جرير الضبي عن أبيه قال: رأيت عليا رضي الله عنه يمسك شماله بيمينه على الرسغ فوق السرة قال ابو داؤد. و روى عن سعيد بن "فوق السرة" وقال أبو مجلز "تحت السرة" و روى عن ابى هريرة وليس بالقوى**۔ یعنی محمد ابن قدامہ نے ابی بدر سے انہوں نے ابی طالوت سے انہوں نے ابن جریر سے انہوں نے اپنے باپ سے کہ دیکھا میں نے نماز میں حضرت علی کو کہ وہ بایاں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے ناف کے اوپر تھامے ہوئے تھے۔ ابوداؤد نے کہا کہ سعید بن جریر کی روایت میں ہاتھ ناف کے اوپر بتلایا گیا ہے اور **ابو مجلز** کی روایت ہے کہ ہاتھ زیر ناف تھے اور مزید یہ کہ ابوہریرہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اس روایت کے پہلے راوی ہیں **محمد بن قدامه البغدادي**، جنہیں ابن معین نے کہا یہ کچھ بھی نہیں ان کی کوئی وقعت نہیں، اور ابوداؤد نے بھی انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۱۵۔ سلسلہ نمبر ۸۰۸۳۔

دوسرے راوی ہیں **ابن أعين** اصلی نام **سفيان بن اعينة** ہے۔ ان کے بارے یہ مذکور ہے کہ یہ احادیث میں تدلیس بھی کرتے تھے اور غلطیاں بھی کرتے تھے۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۷۰۔ سلسلہ نمبر ۳۳۲۷۔

تیسرے راوی ابی بدر ہیں مکمل نام **الوليد بن شجاع، ابو همام بن ابي بدر**۔ ابن معین نے کہا کہ لا باس به اور ابوحاتم نے کہا کہ ان کے احادیث قابل بھروسہ نہیں ہیں۔ میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۳۴۰۔ سلسلہ نمبر ۹۳۷۴۔

چوتھے راوی ہیں **أبو طالوت** ۔امام بخاری نے انہیں مجہول کہا اور ان سے حدیثیں لینے سے انکار کیا۔میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۵۴ سلسلہ نمبر ۱۰۳۲۸۔

یہی وہ روایتیں ہیں جن پر ہاتھ باندھنے کا دارومدار ہے۔پس معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھنے کا سبب نہ تو کوئی آیت ہے اور نہ کوئی روایت حضرت سرورکائنات **محمد مصطفیٰ** ﷺ سے ثابت ہے۔ابن منذر جن کی جلالت اور قدر کے لئے اس قدر کافی ہے کہ یہ امام بخاری کے استاد ہیں اور صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں ان سے احادیث ہیں۔فرماتے ہیں کہ:

قال ابن منذر فی بعض تصانیفه لم یثبت عن النبی فی ذالک شئ فهو مخیر۔یعنی ابن منذر نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق آنحضرتؐ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اس لئے نمازی کو اختیار ہے چاہے ہاتھ باندھیا چاہے کھولے۔نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۳،عون المعبود شرح سنن ابوداؤد العظیم آبادی طبع دارلکتب العلمیہ بیروت جلد دوم ص ۳۲۲۔

ان تمام راویوں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد انصاف سے بتلائے کہ یہ ہاتھ باندھنے والی روایتوں میں کتنی صداقت ہے۔

باب ما جاء فی بسم الله الرحمن الرحیم۔نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھنے کے بارے میں انس بن مالک سے اس سلسلے میں تین روایتیں مذکور ہیں۔پہلی روایت یہ کہ میں نے نماز پڑھی آنحضرت ﷺ کے پیچھے،ابوبکر،عمر اور عثمان میں نے سنا کہ وہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے۔دوسری روایت ان ہی سے منسوب ہے کہ میں نے سنا مگر وہ آواز سے نہیں پڑھے،تیسری روایت ہے کہ میں نے نماز پڑھی ان کے پیچھے مگر کسی نے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھی نیل الاوطار الشوکانی جلد ۲ ص ۲۱۵۔ اسی نیل الاوطار صفحہ ۲۱۷ میں انس بن مالک سے ہی یہ روایت ہے کہ جب معاویہ مدینہ آیا تو انہوں نے نماز پڑھائی بالجہر مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں کہا۔جب نماز تمام ہوئی تو مہاجر اور انصار جو اس وقت موجود تھے احتجاجاً کہا کہ اے معاویہ تم نے نماز کو ناقص کر دیا تم نے نہ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہی اور نہ تکبیر کہی حالانکہ ہم نے رسول اکرم کو ایسا کہتے ہوئے دیکھا ہے اور سنا ہے۔بیہقی کے حوالے سے یہ مذکور ہے کہ انہوں نے کہا کہ آل رسول ﷺ کے ہاں متفق ہے اس بات پر کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر پڑھے۔الحاکم المستدرک کے حوالے سے لکھا ہے کہ صحابہ کی اور تابعین کی ایک فہرست ہے جنہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بالجہر کہنے کی تاکید کی ہے۔ابن شہاب الزہری کے حالات میں امام ذہبی لکھتے ہیں کہ انہوں نے تاکید کہا ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھی جائے پھر سورۃ فاتحہ پڑھی جائے،اس کے بعد پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کے شروع میں تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۰۴۔ملاحظہ ہو درمنثور سیوطی جلد اول ص ۱۱؛ ترمذی ج ۱ ص ۱۵۵ باب من رأی بالجهر بسم الله الرحمن الرحیم ؛ فتح الباری جلد ۲ ص ۲۲۱۔المصنف جلد ۲ ص ۸۹ عبدالرزاق الصنعانی؛ المصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۲۸؛ سنن دارقطنی جلد اول ۳۰۹ میں معاویہ کا تذکرہ کے ساتھ جس کا ذکر ہو چکا ہے۔معرفۃ العلوم الحدیث الحاکم نیشاپوری ص ۲۵؛ کنزالعمال جلد ۸ ص ۱۱۹ سلسلہ ۲۲۱۸۱۔ابن عباس نے فرمایا کہ عرب کی قراءت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر کہے۔تفسیر ابن کثیر (اردو) طبع اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی جلد اول ص ۲ میں ہے امام شافعی کا مذہب ہے کہ سورۃ فاتحہ اور ہر سورت کے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا چاہیے۔صحابہ کی،تابعین کی،مسلمانوں کے اگلے پچھلے اماموں کا یہی مذہب ہے۔

ابن کثیر اس کے بعد طویل فہرست دی ہے ان اکابر صحابہ کی جنہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچی آواز سے پڑھنے کی تاکید کی ہے۔پھر معاویہ کا واقعہ نقل کرنے کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ" غالباً اس قدر احادیث و آثار کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنے کے جواز میں کافی ہیں"۔

اوقات الصلوٰۃ۔وقت افطار روزہ اور وقت نماز مغرب ایک ہے چنانچہ افطار کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل۔سورۃ البقرہ ۱۸۷۔

افطار کے لئے **الیٰ اللیل** کے الفاظ بہت واضح ہیں لفظ **الیٰ** کے معنوں میں محض کسی حد و تک پہونچنے کا مفہوم نہیں ہے بلکہ حدود کے اندر داخل ہونے کے ہیں۔ جیسے سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی۔یعنی پاک ہے وہ ذات جس

نے اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ ظاہر ہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت رسول اکرم کی معراج صرف مسجد اقصیٰ کی صرف حد تک تھی بلکہ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کے اندر بھی تشریف لے گئے۔ دوسری مثال میں وضو کی جو آیت ہے اس **الی المرافق اور الی الکعبین** سے یہ مطلب کہنیوں سمیت اور ٹخنوں سمیت ہے جس میں تمام علماء متفق ہیں۔

سورۃ بقرہ آیت ۲۵۷ **یخرجھم من الظلمات الی النور** کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ نور کی حد تک یا نور کے اندر؟۔ **الی الجنۃ** سے کیا مراد صرف حدود جنت ہے یا جنت کے اندر داخل ہونا بھی ہے؟۔

اسی طرح روزہ کے افطار کے سلسلے میں جو ارشاد باری ہے اس میں رات داخل ہے۔ اسی لحاظ سے نماز مغرب کا وقت اُسی وقت ہی ہوگا جب رات داخل ہو جائے۔ سورۃ الشمس آیت ۳۔۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **والنھار اذا جلھا والیل اذا یغشھا** ۔ یعنی اور دن کے جب کہ اُسے روشن کرے اور رات کی جب وہ اس کو (یعنی دن کو) ڈھانپ لے۔ علماء نے رات کے پہلے حصہ کو شفق دوسرے حصہ کو غسق کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **فلا أقسم بالشفق والیل وما وسق** میں قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی اور رات کی جو سمٹ آتی ہے۔ سورۃ الانشقاق آیت ۱۶۔۱۷۔ اس واضح دلیل سے کہ رات کی سرخی شفق اور ہے اور لیل اس کے بعد سمجھا اور ہے۔ پہلے شفق ہے اور اس کے بعد غسق یعنی لیل تک انتظار کرنا چاہیے۔ **اقم الصلواۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق الیل وقرأن الفجر** سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸۔ یعنی نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے کے بعد رات کے اندھیرے کے بعد اور صبح کے قرآن کے بعد (طلوع فجر)۔ المنجد نے غسق کی تعریف یہی ہے کہ یہ رات کے حصہ کا اندھیرا۔ حدیث سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے **اذا أقبل اللیل من ھاھنا وادبر النھار من ھاھنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم** . کہ جب رات ادھر سے یعنی مشرق سے رخ کرے اور دن ادھر مغرب کی طرف پیٹھ موڑے اور سورج ڈوب جائے جب افطار کا وقت آ گیا۔ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری کتاب الصوم جلد ۳ ص ۱۱۵۔ احیاء العلوم امام غزالی جلد اول ص ۳۲۵ طبع دار الاشاعت لاہور میں تحریر فرماتے ہیں مغرب کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب آفتاب نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ ثریا و جبل سطح زمین پر معتبر ہے۔ اس صورت میں اتنی دیر انتظار کرنا چاہیے کہ افق پر سیاہی پھیل جائے۔ ان واضح دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ نماز مغرب اور وقت انتظار شفق کے بعد ہے۔

انس بن مالک روتے ہوئے کہتے ہیں جو احکام رسول اکرم کے عہد میں تھے ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے حتیٰ کہ نماز بھی۔ صحیح بخاری جلد اول باب ۳۶۵ حدیث ۵۰۱ تا ۵۰۳۔ کتاب الصلواۃ۔

ابو درداء صحابی رسول اکرم فرماتے ہیں کہ واللہ احمدؐ کے دین کی کوئی بات میں نہیں دیکھتا۔ صحیح بخاری جلد اول کتاب الصلواۃ باب ۴۲۱ حدیث ۶۱۹۔

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آج ہم کو حضرت علیؑ نے رسول اللہ جیسی نماز پڑھائی۔ شرح مسلم باب اثبات التکبیر جلد دوم ص ۲۰ ؛ مسند احمد جلد ۴ ص ۴۲۸، ۴۳۰، ۴۳۲ ؛ صحیح بخاری کتاب الاذان جلد اول ص ۲۰۰۔ سنن ابی داؤد باب التکبیر جلد اول ص ۱۹۲۔

حیات نبی اکرم میں اصحاب کی نماز: زید ابن ارقم صحابی رسول اکرمؐ سے روایت ہے **کنا نتکلم فی الصلواۃ یکلم الرجل صاحبہ** کہ ہم نماز پڑھتے تھے آنحضرتؐ کے پیچھے اور ہم حالت نماز میں اپنے پاس والوں سے باتیں کرتے تھے۔ تمام صحاح ستہ کی کتابوں میں اس کا ذکر مثلاً شرح صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلواۃ جلد دوم ص ۱۱۳۔ صحیح بخاری جلد ۵ کتاب التفسیر القرآن ص ۱۲۳۔

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی جو خوبصورت تھی بعض اصحاب آگے کی صف میں چلے جاتے تھے تا کہ اس عورت پر نظر نہ پڑے اور بعض پیچھے کی صف میں عمداً رک جاتے تھے جو عورتوں کے قریب ہوتی تھی جب یہ اصحاب جو پچھلی صف میں رہتے تھے رکوع کرتے تو اپنی

بغل سے اُس عورت کو دیکھتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی سورۃ الحجر ولقد علمنا المستقدمین منکم۔ سنن الترمذی باب تفسیر سورۃ الحجر ۵۸ ص ۳ مسند احمد ج ا ص ۳۰۵: السنن الکبریٰ البیہقی ج ۳ ص ۹۸۔

جمعہ کے دن جب رسولؐ اللہ خطبہ دے رہے تھے لوگ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بازار کی طرف دوڑ پڑے اُن لوگوں میں ابوبکر اور عمر شامل تھے صرف بارہ لوگ رہ گئے تھے۔ ترمذی جلد دوم باب تفسیر سورۃ الجمعہ ص ۵۲۷: صحیح ابن حبان جلد ۱۵ ص ۲۹۸۔

حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ میں حالت نماز میں فوج کا حساب کرتا تھا اور نماز میں قراءت ہی نہیں کی۔ صحیح بخاری جلد ۲ باب **تفکر الرجل الشئی فی الصلواۃ**: فتح الباری جلد ۳ ص ۷۱: المصنف ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۴۲۳ طبع دار الفکر بیروت۔

حمران بن ابان۔ یہ حضرت عثمان کا غلام تھا اور حضرت عثمان خلیفہ وقت کے پیچھے نماز پڑھتا تھا جب حضرت عثمان نماز میں بھول جاتے تھے تو یہ لقمہ دیتا تھا۔ ۷۵ھ یا ۷۶ھ میں فوت پایا۔ اصابہ جلد ۲ ص ۱۵۲ سلسلہ ۲۰۰۲۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک صحابی (نام نہیں لکھا) جو آنحضرتؐ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھ کر نکلا تھا ان سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے نماز میں کس سورہ کی قراءت کی؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے یاد نہیں۔ اس پر ابوہریرہ نے اصرار اًپوچھا کیا آپ نماز میں شریک نہیں تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا شریک تو تھا مگر یاد نہیں۔ صحیح بخاری جلد ۲ باب تفکر الرجل الشئی فی الصلواۃ کتاب العمل فی الصلواۃ۔ مقدمہ فتح الباری ابن حجر ص ۲۶۳۔

معیار امامت: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولؐ کرم نے جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار کی اطاعت میں چاہے وہ سردار نیک ہو یا بد اگر چہ کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو۔ نماز واجب ہے تم پر پیچھے ہر مسلمان کے اگر چہ کہ وہ گناہ کبیرہ کرے۔ مشکواۃ شریف جلد اول فصل دوم باب الامامۃ حدیث ۱۰۵۷/۹ ص ۲۲۸: سنن ابوداؤد جلد اول ص ۹۴۔

ہجڑے، باغی اور بدعتی کے پیچھے (امامت) نماز جائز ہے۔ صحیح بخاری جلد اول باب امامۃ المفتون ص ۲۶۴۔

نماز کی امامت کے لئے غلام، ولد الزنا، گنوار، اور اگر نابالغ بھی ہو تو درست ہے بشرطیکہ اللہ کی کتاب کا اچھا قاری ہو۔ صحیح بخاری جلد اول باب امامۃ العبد و ولد البغی۔

فقہ حنفیہ سے نماز کے سلسلہ میں چند اہم مسائل:

درمختار ردو ترجمہ طبع سعید کمپنی کراچی جلد اول ص ۱۷۰ کتاب الصلواۃ باب الامامۃ میں ہے اگر مسجد میں دو امام نماز کے لئے جمع ہو جائیں تو زیادہ حق امامت کس کا ہوگا اس کا تصفیہ اس طرح ہوگا (۱) جس کے پاس مال زیادہ ہو (۲) جس کی شان و شوکت زیادہ ہو (۳) جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو (۴) جس کا سر بڑا ہو اور عضو تناسل چھوٹا ہو۔

کتاب احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق طبع ناشران قرآن لاہور سے:

عورت، بدکار شخص اور ہجڑے کا اذان دینا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ البتہ حرامزادہ اندھا اور گنوار کے اذان دینے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔

صفحہ ۴۴۔ تکبیر الحرام بجائے اللہ اکبر اگر کوئی کہے کہ اللہ بزرگ است تو درست ہے۔ اگر قراءت فارسی میں ہو نماز میں تو یہ بھی درست ہے سورے عربی پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ بغیر بسم اللہ کہے کہ صرف سورۃ الحمد کی تین آیتیں پڑھ لینا کافی ہے۔

ایک ہی سجدہ کیا اور دوسرا سجدہ چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ صفحہ ۴۳۔

جس شخص کا وضو نماز میں ٹوٹ جائے وہ وضو کرے اور جس جگہ اس نے نماز چھوڑی تھی وہاں سے شروع کرے۔ ص ۵۲۔

اگر وضو دانستہ توڑ دیا یا نماز میں دانستہ بات کر لی تو نماز پوری ہو گئی۔ ص ۵۵۔

(معاذ اللہ) آنحضرتؐ سے کئی نمازیں فوت ہو گئیں تھیں۔ ص ۹۵۔

امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک، الجوینی نے اپنی کتاب مغیث الخلق فی اختیار الاحق میں بیان کیا ہے کہ سلطان محمود بن سبکتگین ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کا بڑا شوقین تھا۔ اس نے فریقین کے فقہا کو جمع کیا اور ان سے کہا تم اپنے مذہب کی حقانیت کے بارے میں بحث کرو۔ چنانچہ یہ طے پایا گیا کہ اُس کے سامنے دو رکعت نماز پڑھیں شافعی مذہب کے مطابق اور ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق۔ تا کہ سلطان کو اس بارے میں غور و فکر کر سکے کہ کون حق پر ہیں۔ اس پر القفال مروزی نے مکمل طہارت اور طہارت کے معتبر شرائط ستر، استقبال قبلہ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہا کہ یہ وہ نماز ہے کہ اس سے کم کو امام شافعی نماز قرار نہیں دیتے۔ پھر انہوں نے اس طریق پر نماز پڑھی جس کو ابو حنیفہ کی فقہ میں جائز سمجھی جاتی ہے۔ اس نے کتے کا رنگا ہوا (دباغت) چمڑا پہنا اور اس لباس کے چوتھے حصے کو نجاست سے آلودہ کیا، اور نبیذ (شراب) سے وضو کیا اور وہ بھی اُلٹا پلٹا بغیر نیت کے نماز میں فارسی میں تکبیر الحرام کہی پھر بغیر رکوع کے اور بغیر فصل کے مرغ کی طرح دو ٹھونگیں سجدہ کے ماری پھر تشہد پڑھا اور آخر میں سلام پڑھنے سے قبل پاد ماری (گوز) اور کہا اے سلطان یہ ہے ابو حنیفہ کی نماز۔ سلطان نے کہا اگر تم ثابت نہ کر سکو کہ یہ نماز ابو حنیفہ کی ہے تو میں ابھی تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ کیونکہ اس قسم کی نماز کسی دین میں جائز نہیں قرار پا سکتی۔ القفال نے کتب خانے سے ابو حنیفہ کی کتاب فقہ نکال کر دی۔ سلطان نے ایک نصرانی کاتب کو دونوں مذاہب کی کتابیں پڑھنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ کی نماز ایسے ہی پائی گئی جیسے القفال نے بیان کی تھی۔ چنانچہ سلطان نے ابو حنیفہ کے مذہب کو چھوڑ کر امام شافعی کے مذہب کو اختیار کیا۔ تاریخ ابن خلکان المعروف وفیات الاعیان وانبا ء الزمان جلد ۵ ص ۲۱۰ طبع نفیس اکیڈمی کراچی۔

فہرست